نفقہ کے متعلق فقہاء مفسرین کی آراء کا تجزیاتی مطالعہ

حافظ محمد ارشد اقبال*

عبدالحمید خان عباسی**

Abstract

Islam motivates to spend wealth, time, abilities and life for the betterment of God's creatures for Allah's sake. Every man wishes to get near to Allah through his verbal and practical worship. So Islam has described it as a religious duty of the wealthy people to fulfil the needs of the hard up people. To spend wealth for Allah's will is a great source which is called alimony. Alimony means to provide the relevant members of the family with essential finances to fulfil their needs. Islam introduces to its followers not only a compact system of expenditure but also determines the conditions for spending due to which the obligatory alimonies is fixed, like alimony of wife by husband , alimony of parents by their children, and the old parents who directly need support and the needy. The Holy Quran and Hadith have set such principles regarding the obligatory charity as can make humans succeed fruitfully by practicing those principles in case of paying the alimony after mentioning the said individuals. It is the responsibility of husband to fulfil all the needs of wife, e.g costume, diet, residence, etc. According to the jamhoor jurisprudents, the word offspring is definite, whereas according to Imam Malik , the subsistence of only real children is binding on the father and the similar point of view is liable pertaining to father. It was made mandatory for the father to provide the children with the wages for maternal milk, nurturing and essential needs (costume, diet and education etc.) The jurisprudents have made it clear that the foremost deservers of the optional charity are the parents. The fair treatment to the oppressed and the feeble sect and catering their needs is in reality spending on them. In short, the financial discrimination may end due to the zeal of serving humanity.

Keywords: Connubial life, Affluent, Sympathy and co-operation, Basic needs of wife and Offspring, Nurture

---

* پی ایچ ڈی سکالر / لیکچرر اسلامیات، گورنمنٹ پوسٹ گریجوئیٹ کالج، مظفر گڑھ۔

** چیئرمین، شعبہ قرآن و تفسیر، فیکلٹی آف عربیک اینڈ اسلامک سٹڈیز، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی اور قیامت تک کے ہر زمان و مکاں کے تمام انسانوں کے لیے مجموعہ ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں سے انسان کو اشرف المخلوقات منتخب کر کے عزت واکرام سے نوازاجیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ''

''اور ہم نے اولاد آدم کو عزت بخشی۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مختلف قوم وقبائل اور طبقات میں تقسیم کر کے ہر طبقہ کو اس کی حیثیت کے مطابق احکام کا مکلف بنایا۔ یہ بھی رب ذوالجلال کی حکمت ہے کہ اگر سارے انسان ایک ہی طبقے سے ہوتے تو یقیناً اس فانی دنیا کا عارضی نظام درہم برہم ہو جاتا۔ نہ کوئی خوشحال ہوتا نہ کوئی تنگ دست اور نہ کوئی غالب ہوتا نہ ہی کوئی مغلوب، یہ اسی رب العالمین کا احسان عظیم ہے کہ اس نے اپنی حکمت بالغہ سے تنگ دست لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کرنا صاحب ثروت لوگوں کا دینی فریضہ قرار دیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ اسلام نے کبھی بھی غریب کا استحصال نہیں کیا بلکہ کسی نہ کسی طرح اس کی معاونت کی راہ پیدا کی۔

شریعت اسلامیہ نے کمزورں پر نرمی کرنے، بھوکے پیاسوں کو کھانا کھلانے ،بے لباسوں کو لباس مہیا کرنے اور زیر دست لوگوں سے حسن سلوک کی بارہا تلقین کی۔ اسلام اپنے پیروکاروں کو خرچ کرنے کا جامع نظام متعارف کرا کر خرچ کرنے کی صورتیں بھی متعین کرتا ہے۔ ایک خرچ تو مستحب کے درجے میں ہے، جس میں انسان اپنی مرضی کر سکتاہے اور ایک خرچ واجب کے درجے میں ہے جس میں شرعی احکام کی پابندی ضروری ہے۔ اسلام راہ خدا میں مخلوق کی بھلائی اور بہتری کے لیے اپنی جان، مال وقت اور صلاحیت صرف کرنے کی نہ صرف ترغیب دیتاہے بلکہ عائلی زندگی میں نظم واستحکام کو برقرار رکھنے کے لیے حقوق وفرائض کا جامع ضابطہ تعین کرتا ہے جس کی رو سے ایک دوسرے پر باہمی نفقات واجب ہوتے ہیں۔ جیسے کہ شوہر پر بیوی کا نفقہ (نکاح، طلاق، رضاعت کی صورت میں)، والدین پر اولاد کا نفقہ ، بوڑھا باپ جس کی اپنی آمدنی نہیں ہے اس کا نفقہ اس کے بیٹوں کے ذمے ہے اور زیر دست لوگوں کا نفقہ ان کے مالکوں کے ذمے ہے یعنی آقاء پر مملوک کا نفقہ ،پس قرآن وحدیث نے نفقہ واجبہ کے سلسلے میں ایسے اصول متعین کر دیئے ہیں، جن پر عمل کر کے انسان مذکورہ افراد کا نفقہ ادا کر کے نہ صرف سرخرو ہو سکتاہے بلکہ جذبہ خدمت انسانی کے ذریعے باہمی افراط وتفریط کا قلع قمع کر سکتاہے اور رسول ﷺ کا یہ فرمان سب نفقات کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے.

أنفقه علی نفسك، أنفقه علی ولدك، أنفقه علی أهلك، أنفقه علی خادمك[1]

"اپنی ذات پر خرچ کر، اپنی اولاد پر خرچ کر، اپنے گھر والوں پر خرچ کر، اپنے خادم پر خرچ کر۔"

زوجہ، والدین، اولاد اور مملوک کے نفقات کے احکام و مسائل کلاسیکل کتب فقہ (الہدایہ، بدائع الصنائع، المبسوط، المغنی، الفقہ الاسلامی و ادلتہ، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، قوانین الاسلام اور دیگر کتب) کی مختلف جلدوں کے ابواب و اوراق میں مختلف عنوانات سے موجود ہیں لیکن فقہی تفاسیر کے حوالے سے نفقہ کے متعلق یکجا مواد کسی مقالے میں موجود نہیں لہٰذا نفقہ و اس کی اقسام کے متعلق چاروں مکاتب کے فقہاء مفسرین کی آراء کا تجزیہ و خلاصہ پیش کرنے کے لیے یہ مقالہ تحریر کیا گیا ہے۔ مقالہ کی ابتداء میں موضوع کا تعارف، نفقہ کا مفہوم، قرآن و حدیث میں نفقہ کی اہمیت، نفقہ کا وجوب اور اقسام کو بیان کیا گیا ہے پھر مذکورہ بالا افراد کے نفقہ کے متعلق فقہاء مفسرین کی آراء کے تجزیاتی مطالعہ کے ذریعے خلاصہ پیش کر کے نتائج مرتب کیے گئے ہیں۔

نفقہ کا لغوی مفہوم:

نفقہ عربی زبان کا لفظ ہے اس کا مادہ ن۔ف۔ق ہے جو مختلف انداز و ابواب کے ساتھ مستعمل ہے۔ یہ لفظ عربی زبان میں تینوں حروف کی فتح کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ یعنی نَفَقَۃ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللہَ يَعْلَمُهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ "[2]

"اور جو تم خیرات کے طور پر خرچ کرو گے یا تم کوئی منت مانگو گے تو بے شک اللہ کو سب معلوم ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔"

صاحب فیروز اللغات نے بال بچوں کا خرچ، گزارہ، کفالت، اور بیوی کے خرچہ کو نفقہ کا نام دیا ہے۔[3]

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

(نفق) نفق الفرس والدابة وسائر البهائم ینفق نفوقاً مات[4]

"نفق کا ایک معنی مرنا ہے جیسے گھوڑا، چوپایہ، مر گیا اور سارے جانوروں کے لیے یہ لفظ بولا جاتا ہے۔"

---

[1] بخاری، امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الادب المفرد، باب نفقۃ الرجل علی عبد (بیروت، لبنان: ۵، دار البشائر الإسلامیۃ)، ۱: ۷۸

[2] البقرہ: ۲۷۰

[3] فیروز آبادی، مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات، (لاہور: مکتبہ فیروز سنز)، ۳۱

[4] الافریقی، جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور، لسان العرب، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۸۸ء / ۱۳۰۰ھ)، ۱۰: ۳۵۷

۳۔ علامہ جوہری نے نفق کا معنی ختم ہونا اور فنا ہونا لکھا ہے:" يُقَالُ نَفَقَتْ نفاق القوم ای فنیت ونفق الزاد ينفق نفقاً"[5]

"نفق کا معنی، ختم ہونا، فنا ہونا جیسے کوئی قوم ختم یا فنا ہو گئی تو کہا جاتا ہے کہ نفاق القوم کہا جاتا ہے۔"

۴۔ نفق کا ایک معنی خرچ کرنا بھی ہے یعنی مال خرچ کرنا۔ ذاتی ملکیت سے کسی چیز کو نکالنا، کھانے پینے کا خرچ اور نان ونفقہ مراد ہے۔[6] آیات قرانیہ میں اس معنی میں یہ لفظ کثرت سے استعمال ہوا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

'' وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ''[7]

"اور وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں جو ہم نے ان کو دیا ہے۔"

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

'' قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ''[8]

"کہہ دو جو مال بھی تم خرچ کرو وہ ماں باپ اور رشتہ داروں کے لیے۔"

پس لغوی مفاہیم کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ نفقہ اسی مادہ سے اسم مصدر رہے اور دیگر مختلف معنوں کے ساتھ نصبی و جری حالت نَفَقَةً ونَفَقَةٍ خرچ کرنا، خیرات کرنا، مٹ جانا۔ مال کا فنا ہو جانا اور خرچ کے ارادے سے مال کی ملکیت کا ختم ہونا کے معنوں میں ہے اور خرچ سے مراد کھانے پینے، ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لوازمات کا مہیا کرنا ہے۔

---

[5] الجوہری، ابو نصر اسماعیل بن حماد، **الصحاح فی اللغۃ**، (القاہرۃ: دارالحدیث، ۲۰۰۹م)، ۲: ۲۲۴

[6] بلیلاوی، مولانا عبد الحفیظ، مصباح اللغات مادہ نَفَقَ، ۹۷۷ والقاموس الوحید، مولانا وحید الزمان قاسمی کیرانوی، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸ ادارہ اسلامیات لاہور والمنجد، لوئس معلوف، (لاہور: علم وادب اردو بازار)، ۹۲۴

[7] البقرہ: ۳

[8] البقرہ: ۲۱۵

نفقہ کا اصطلاحی مفہوم:

علامہ ابن عابدین رقمطراز ہیں:

هي لغة ما ينفقه الانسان على عياله. النفقة وشرعاً هي الطعام والكسوة والسكنى [9]

"لغوی طور پر نفقہ سے مراد وہ خرچ جو انسان اپنے گھر والوں پر کرتا ہے اور شرعی اصطلاح میں اس سے مراد کھانے پینے کا سامان، کپڑا اور مکان (کا مہیا کرنا) ہے۔"

حنبلی فقیہہ علامہ منصور بن یونس بہوتی لکھتے ہیں:

''النفقه هي كفاية من يمونه خبزاً واداماً وكسوة ومسكناً وتوابعها''[10]

"نفقہ سے مراد زیر کفالت افراد کی خوراک، رہائش، کپڑے اور من جملہ ضروریات زندگی کے ضروری لوازمات اتنے فراہم کیے جائیں جو اُن کے لیے کافی ہوں۔"

علامہ عبد الرحمن الجزیری نے "روٹی، سالن، لباس، رہائش اور ذیلی اشیاء کی ادائیگی کو نفقہ کہا ہے۔"[11]

پس فقہاء کی مندرجہ بالا تعریفات کا خلاصہ یہ ہے:

"نفقہ سے مراد فرد کا اپنے زیر کفالت افراد کو عرف و عادت کے مطابق ضروریات زندگی و سہولیات زندگی اس طرح مہیا کرنا جو ان کے لیے کافی و مناسب ہوں اور خلاف شریعت نہ ہوں نفقہ کہلاتا ہے۔"

اس تعریف سے واضح ہے کہ نفقہ فرد پر واجب ہے ریاست پر واجب نہیں اور نفقے کا تعلق کفالت خاصہ سے ہے اور کفالت خاصہ فرد پر واجب ہے جب کہ کفالت عامہ کی ذمہ دار ریاست ہوتی ہے۔ اور زیر کفالت افراد میں بیوی، والدین، اولاد اور مملوکین سب شامل ہیں۔ نفقہ میں صرف ضروریات ہی نہیں بلکہ سہولیات بھی واجب ہوتی ہیں جس کے لیے تعریف ہذا میں عرف و عادت کو سہولیات سے منسلک کیا گیا ہے۔ کیونکہ حالات و زمانہ کے بدلنے سے سہولیات بدلتی رہتی ہیں۔ جس میں عرف و عادت کا عمل دخل ہے۔ اور تعریف میں شرعی حدود کی قید لگا کر واضح کیا گیا ہے کہ خلاف شرعی سہولتیں و ضروریات نفقہ کے دائرہ سے خارج ہیں کیونکہ ہر حال میں شرعی امور کی پابندی ضروری ہے۔

---

[9] علامہ ابن عابدین، **رد المختار علی در المختار**، (بیروت: دار الفکر ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۲ء)، ۲: ۴۹۹

[10] بہوتی، علامہ منصور بن یونس بن ادریس، **کشاف القناع عن متن الاقناع**، (بیروت: دار عالم الکتب، س۔ن)، ۵: ۴۵۹

[11] الجزیری، عبد الرحمن، کتاب **الفقہ علی المذاہب الاربعہ**، (بیروت، لبنان: داراحیاء التراث العربی، ۱۴۳۴ھ / ۲۰۰۳ء)، ۴: ۵۵۳

نفقہ کی اہمیت (قرآن وحدیث کی روشنی میں):

معاشرے کے بعض افراد اپنی ضروریات وسہولیات کو اپنی صلاحیتوں کے بل بوتے پر حاصل کر لیتے ہیں جب کہ بعض افراد کمزوری اور کسی کے حق سے وابستہ ہونے کی وجہ سے دوسروں کے محتاج ہوتے ہیں ان افراد میں عورتیں، بچے، بوڑھے اور مملوک وغیرہ شامل ہیں۔ انسان کو خوشی کے موقع پر مسرت کی تمامیت کے لیے مختلف افراد ماں، باپ، بیوی، اولاد، بہن، بھائی اور عزیز واقارب کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے۔ ویسا ہی غم کے حالات میں ڈھارس بندھانے کے لیے انہی افراد کے تعاون کا محتاج ہوتا ہے گویا کہ ضروریات وسہولیات کی فراہمی میں باہمی ہمدردی وتعاون لازم وملزوم ہیں۔ اور شریعت نے انہی ضروریات وسہولیات کی ادائیگی کو نفقہ کا نام دیا ہے۔ خاندان کی ابتداء مرد وعورت کے رشتہ ازدواج میں بندھنے سے ہوتی ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر زوجین میں الفت ومؤدت کو پیدا کیا۔[12] اور ضروریات زندگی کی تکمیل کے لیے حلال کمائی کی ترغیب دے کر انسان کو اپنی حلال کمائی سے خرچ کرنے کا حکم دیا۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ''[13]

''اے ایمان والو! اس پاکیزہ رزق میں سے خرچ کرو جو تم کماتے ہو۔''

ایک جگہ خرچ نہ کرنے پر تنبیہ اور تاکید کے ساتھ کہا گیا:

''وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ''[14]

''اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے جب کہ آسمان وزمین کی میراث تو اللہ ہی کے لیے ہے۔''

احادیث مبارکہ میں بھی نفقہ کی اہمیت و ضرورت کو مختلف اسلوب میں بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: حدیث قدسی ہے۔

---

[12] الروم:۲۱

[13] البقرہ:۲۶۷

[14] الحدید:۱۰

قال الله تعالی انفق یا ابن آدم انفق علیك[15]

"اے ابن آدم تو (دوسروں پر) خرچ کر تجھ پر (اللہ تعالیٰ) خرچ کرے گا۔"

حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

ما من یوم یصبح العباد فیه الاملکان ینزلان فیقول احدهما اللهم اعط منفقا خلفا ویقول الاخر اللهم اعط ممسکاً تلفاً[16]

"کوئی دن ایسا نہیں جب بندے صبح کو اٹھتے ہیں تو دو فرشتے آسمان سے نہ اترتے ہوں۔ ایک فرشتہ تو یہ کہتا ہے اے اللہ خرچ کرنے والے کو اس کا بدلہ دے اور دوسرا فرشتہ کہتا ہے اے اللہ ہاتھ روک لینے والے بخیل کے مال کو ہلاک کر دے۔"

حدیث مبارک سے واضح ہے کہ خرچ کرنا باعث ثواب ہے خواہ وہ اپنی ذات پر ہو یا اپنے گھر والوں پر

قال النبی صلی الله علیه وسلم اذا انفق المسلم نفقة علی اهله وهو یحتسبها کانت له صدقة[17]

"نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب مسلمان ثواب کی نیت سے اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔"

آپ ﷺ نے نفقہ جیسی اہم ذمہ داری سے غفلت و کوتاہی برتنے کو گناہ قرار دیا گیا ہے۔

کفی بالمرء إثماً أن یحبس، عمن یملك قوته[18]

"کسی شخص کے گناہ کار ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کا نفقہ ادا نہ کرے جو اس کی کفالت میں ہو یا جن کا وہ کفیل ہے۔"

قران مجید میں متعدد مقامات پر والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا'' "اور والدین سے حسن سلوک سے پیش آؤ۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے اور اسی حسن سلوک میں والدین

---

[15] بخاری، امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، جامع صحیح البخاری، باب فضل النفقة علی الاهل، ۷ : ۲۶

[16] ایضاً، کتاب الزکوۃ، باب فاما من اعطی واتقی، حدیث: ۲۴۴۱

[17] ایضاً، باب فضل النفقة علی اهل، ۹۸۲، حدیث: ۵۳۵۱

[18] نیشاپوری، امام مسلم بن حجاج بن مسلم، جامع صحیح مسلم، (بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی)، ۲: ۹۵

پر خرچ کرنا بھی احسان کا ایک ادنی درجہ ہے۔

''ومن الاحسان الیہما الانفاق علیہما عند الحاجۃ''[19]

''اور ان دونوں پر احسان یہ بھی ہے کہ بوقت ضرورت ان پر خرچ کیا جائے۔''

اسی طرح ایک مقام پر والدین کے ساتھ حسن سلوک کی یوں تاکید کی گئی:

''وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفاً''[20]

''اور ان دونوں (والدین) سے دنیا میں دستور کے مطابق رہو۔''

مندرجہ بالا آیت میں واضح طور پر یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر والدین اللہ کی نافرمانی کا حکم دیں تو ان کا کہنا نہ مانو مفسرین کرام نے واضح کیا ہے کہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ضروریات زندگی میں ان کا ساتھ چھوڑ دو۔ بلکہ دستور کے مطابق ان کی ضروریات پوری کرتے رہو۔

علامہ ابو بکر جصاصؒ لکھتے ہیں:

ولیس من الصحبۃ بالمعروف ترکہ جائما مع القدرۃ علی سد جوعنہ[21]

''دستور کے مطابق یہ نہیں کہ ان کو بھوکا چھوڑ دیا جائے باوجود یہ کہ وہ ان کی بھوک ختم کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔''

مندرجہ بالا آیات و احادیث سے نفقہ کی اہمیت و ضرورت واضح ہے اور مختلف اسلوب سے انسان کو ضرورت مندوں و محتاجوں پر خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ صاحب حیثیت افراد پر مذکورہ افراد کے نفقات کی ادائیگی کو لازمی اور ضروری قرار دیا گیا ہے تاکہ حقوق کی ادائیگی کے ذریعے باہمی تعاون و ہمدردی فروغ پائے۔

نفقہ کا وجوب اور اقسام:

فقہاء کرام نے کتب فقہ میں وجوب نفقہ کے تین اسباب تحریر کیے ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں:[22]

۱۔ قرابت داری ۲۔ ملک ۳۔ زوجیت

---

[19] بہوتی، علامہ منصور بن یونس بن ادریس، کشاف القناع عن متن الاقناع، (بیروت، لبنان: عالم الکتب)، ۹: ۴۰۴

[20] لقمان: ۱۵

[21] الجصاص، امام ابو بکر احمد بن علی الرازی، **احکام القرآن**، (بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۱۴۰۵ھ)، ۲: ۱۱۱

[22] الجزیری، عبدالرحمن، ۴ : ۵۶۶، والمبسوط، ۵ : ۱۸۱و، بدائع الصنائع، ۵ : ۲۱۹۷، والمغنی، ۷ : ۵۶۳

یہ وہ تین اسباب ہیں جو کسی بھی فرد پر نفقہ کے واجب ہونے کا سبب بنتے ہیں۔ شریعت میں ان تینوں اسباب کی الگ الگ حیثیتیں بیان کی گئی ہیں اور بعض اسباب میں عکس ضروری ہے اور بعض میں عکس نہیں۔ جیسا کہ پہلا سبب قرابت داری میں ہر دو طرف سے نفقہ واجب ہو گا۔ ابتداء میں والدین پر اولاد کا نفقہ واجب ہو گا اور اولاد سے مراد صرف اس کی اولاد نہیں بلکہ اولاد کی اولاد بھی شامل ہے۔ اور اولاد میں مذکر و مونث کی کوئی تخصیص نہیں۔ پھر اگر والد محتاج ہو جاتا ہے تو پھر اولاد پر نفقہ واجب ہو جاتا ہے اور اس صورت میں اولاد سے مراد صرف مذکر اولاد ہو گی مؤنثات پر نفقہ واجب نہیں۔[23]

عائلی اور خاندانی نظام کی استواری و استحکام کے لیے قرآن مجید میں مردوں کو قوام کہا گیا ہے جس کے معنی نگران اور محافظ کے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَاۗءِ''[24]

''مرد عورتوں پر نگران ہیں۔''

اور صحیح بخاری کی روایت۔

كلكم راعٍ وكلكم مسؤل عن رعيته[25]

''تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور اپنی نگرانی کے بارے میں جوابدہ ہو گا'' کے مطابق ہر شخص سے اس کی نگرانی کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ پس قرآنی آیات و احادیث نبویہ ﷺ اور فقہاء کرام[26] کی صراحت سے واضح ہے کہ نفقہ کی صورت میں فائدہ اٹھانے والے حضرات حسب ذیل ہیں:

۱۔ زوجہ کا نفقہ۔ (خواہ وہ ایک ہو یا ایک سے زائد ہوں)

۲۔ اولاد کا نفقہ۔ (اس میں اولاد کی اولاد بھی داخل ہے)

۳۔ والدین کا نفقہ۔ (اس میں والدین کے والدین بھی داخل ہیں)

---

[23] الکاسانی، علامہ ابو الحسن علی بن ابو بکر، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۶ء)، ۴: ۳۰

[24] النساء: ۳۴

[25] بخاری، امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، جامع صحیح البخاری، کتاب النفقات، حدیث: ۲۴۰۹، ص ۳۸۷

[26] کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ۱: ۵۶۰ و الفقہ الاسلامی وادلتہ، ۷: ۸۲۰ و بدائع الصنائع، ۴: ۳۰

۴۔ مملوک کا نفقہ (اس میں غلام اور خادم وغیرہ شامل ہیں)

تاہم فقہاء کرام[27] (علامہ عبد الرحمن الجزیری و علامہ کاسانی) نے زوجہ کے نفقہ کے حوالے سے مطلقہ کے نفقہ اور مرضعہ کے نفقہ میں واضح کیا ہے کہ اگرچہ ان میں بیان کردہ تین اسباب نفقہ ظاہراً شامل نہیں ہیں تاہم بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ انہیں اسباب میں داخل ہیں کیونکہ مطلقہ کا نفقہ اس لیے واجب ہے کہ اس میں نکاح کے بعض احکام موجود ہوتے ہیں اس لیے مطلقہ زوجیت کی وجہ سے حق دار ہے۔ اسی طرح مرضعہ کے نفقہ میں حقیقتاً ملک تو موجود نہیں لیکن ملک کا شبہ پایا جاتا ہے کہ مرضعہ اس وقت تک بچے کو دودھ پلانے کی زیادہ مستحق ہے جب تک وہ دوسرا نکاح نہ کرلے۔ اس طرح وہ دوسرا نکاح نہ کرسکنے کی وجہ سے حق ارضاع میں محبوس ہے اور جو آدمی کسی دوسرے کے حق کی وجہ سے محبوس ہو اس کا نفقہ دوسرے پر واجب ہوتا ہے۔[28] پس مذکورہ بالا افراد کے حق نفقہ کے متعلق فقہاء مفسرین کی آراء کا تجزیہ و خلاصہ حسب ذیل ہے:

ا۔ بیوی کا حق نفقہ:

انسان اپنے قریب ترین افراد کے ذریعے اپنی بنیادی ضروریات اور دلی سکون حاصل کرتا ہے۔ اور روزمرہ کے امور میں ان افراد کے تعاون کا محتاج ہوتا ہے۔ اور انہی افراد کے اجتماع کا نام خاندان ہے۔ شریعت اسلامیہ نے عائلی و خانگی زندگی میں نظم کے استحکام کے لیے حقوق و فرائض کا ایک مکمل اور جامع ضابطہ وضع کرکے گھر والوں پر خرچ کرنے کی تاکید کی۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: وابدأبمن تعول[29] "اہل و عیال پر خرچ کرنے سے پہل کرو۔"

اہل و عیال مرد و زن کے رشتہ ازدواج سے وجود میں آتے ہیں۔ بظاہر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ زوجین کا رشتہ ایک اختیاری معاہدہ نظر آتا ہے لیکن اسلام نے اس رشتہ کو اہمیت و فضیلت دے کر پورے خاندان کی اساس قرار دیا ہے۔

---

[27] ایضا

[28] المرغینانی، علامہ ابو الحسن علی بن ابو بکر، الہدایۃ، ج۳، ص ۳۷۵

[29] جامع صحیح البخاری، کتاب النفقات، باب وجوب النفقہ علی الاھل والعیال، حدیث ۵۵۳۵

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ''[30]

''اے لوگوں بے شک ہم نے تم کو ایک مذکر و ایک مؤنث سے پیدا کیا ہے۔ اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔''

مرد وزن کی ازدواجی زندگی باہمی رضامندی (ایجاب و قبول) سے نکاح کے ذریعے وجود میں آتی ہے۔ نکاح اور بیوی کی رخصتی سے لے کر عدت (طلاق کی صورت میں ہو یا شوہر کی وفات) تک بیوی کے نفقہ (خوراک، لباس، رہائش) کی تمام تر ذمہ داری شوہر پر ڈالی گئی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ ''[31]

''ہمیں معلوم ہے کہ عام مومنوں پر ان کی بیویوں کے لیے میں ہم نے کیا فرائض مقرر کے ہیں۔''

ابو الحسین الماوردی اس آیت کو نفقہ کے واجب ہونے کی دلیل لکھتے ہیں:

''فدل علی وجوب النفقة لانها من الفروض''[32]

یہ آیت نفقہ کے واجب ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ نفقہ فرائض میں سے ہے۔

بیوی کے خرچ اور دیگر ضروریات کا بار اٹھانے کی ذمہ داری شوہر پر اس لیے عائد کی گئی ہے کہ وہ گھر کا سربراہ اور منتظم اعلیٰ ہوتا ہے۔ شوہر خوشحالی و تنگدستی دونوں صورتوں میں اپنی حیثیت و استطاعت کو مد نظر رکھتے ہوئے بیوی کو خوراک اور لباس مہیا کرے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ ''[33]

''انہیں اس مال سے کھلاؤ، پلاؤ اور پہناؤ۔''

---

[30] الحجرات ۴۹: ۱۳

[31] الاحزاب: ۵۰

[32] الماوردی، امام ابو الحسین علی بن محمد بن حبیب، الحاوی الکبیر، **کتاب النفقات**، (بیروت، لبنان: دار ابن حزم، ۱۹۸۸ء)، ۱۰۸۵

[33] النساء: ۴

اسی طرح دودھ پلانے والی ماؤں وحاملہ[34] عورتوں پر خرچ کرنے[35] اور معتدہ کو رہائش[36] دینے کی ذمہ داری بھی خاوند پر ڈالی گئی ہے۔ حدیث مبارکہ میں اپنے گھر والوں پر خرچ کرنے کو بہترین صدقہ قرار دیا گیا۔

اذا انفق المسلم نفقة علی اهله وهو يحتسبها كانت له صدقة[37]

خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے بیوی کے نفقہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف[38]

''بلاشبہ تم پر تمہاری بیویوں کا نفقہ اور لباس دستور کے مطابق تم پر واجب ہے۔''

اسلام نے رشتہ ازدواج کے بعد بیوی کی تمام معاشرتی ومعاشی ذمہ داریوں کا بار شوہر کے سر پر رکھا ہے اور مردوں کو بیویوں کے ساتھ اچھی طرح گذران کرنے کا حکم دیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ''[39] ''اور اُن (بیویوں) کے ساتھ اچھی طرح زندگی بسر کرو''۔

پس نکاح کے بعد عورت کا پہلا حق رہائش اور دوسرا حق نفقہ ہے۔ بیوی کو رہائش دینا شوہر کی ذمہ داری ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ''[40]

''مطلقہ عورتوں کو اور گنجائش کے مطابق وہاں رکھو جہاں تم رہتے ہو۔''

بقول مفسر ملا احمد جیون اگرچہ یہ آیت مطلقات کے بارے میں ہے لیکن عام منکوحات بھی اسی حکم کے تحت ہیں۔[41]

---

[34] البقرہ۲:۲۳۳

[35] الطلاق:٦

[36] الطلاق:٦

[37] جامع صحیح البخاری، **کتاب النفقات**، باب فضل النفقۃ علی اھل، حدیث: ۵۳۵۱، ۹۸۲

[38] جامع صحیح مسلم، **کتاب الحج**، باب حجۃ النبی ﷺ، حدیث: ۱۲۱۸

[39] النساء:۱۹

[40] الطلاق:٦

اور عقلاً بھی یہ بات واضح ہے کہ طلاق سے قبل بھی تو بیوی کہیں رہ رہی تھی، اس لیے اسی رہائش کا حکم ہے جو شوہر کے ذمے ہے۔

صاحب "کنز الدقائق" نے بھی سکونت کو بیوی کا لازمی حق قرار دیا ہے۔:

والسّکنی في بیتِ خالٍ عن أهله وأهلها[42] "اور بیوی کا حق سکنیٰ شوہر پر ہے اور وہ ایسی رہائش ہے جس میں زوجین کی پردہ داری قائم ہو) یعنی اگر طلاق کی صورت میں عورت نفقہ ورہائش کا حق رکھتی ہے تو بیوی بدرجہ اولی یہ حق رکھتی ہے۔

علامہ ابن قدامہ نے بھی اطاعت گذار بیوی کے نفقہ کو خاوند پر واجب کیا ہے۔[43]

علامہ عبد الرحمٰن الجزیری لکھتے ہیں: عموماً بیوی کو ملنے والے نفقہ میں تین چیزوں کا ذکر کیا ہے۔ خوراک، لباس اور رہائش۔[44]

تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ حاملہ مطلقہ رجعیہ کی رہائش ونفقہ شوہر کے ذمے ہے۔ اسی طرح مطلقہ بائنہ کے نفقے میں امام شافعیؒ صرف سکنیٰ کے قائل ہیں۔ ''أَنَّ عَلَى الزَّوْجِ نَفَقَةَ امْرَأَتِهِ واتفق الفقهاء على امرائة الحبالة النكاح من نفقة والكسوة والسكنى وفي المبتونه لا نفقى الا باالسكنى''[45] "بے شک خاوند پر اس کی زوجہ کا نفقہ واجب ہے اور فقہاء کا اتفاق ہے جب تک عورت شوہر کے نکاح میں ہے تو اس کا نفقہ، کپڑے اور رہائش (شوہر کے ذمے) ہے اور طلاق مبتوتہ کی صورت میں رہائش کا حق تو ہے مگر شوہر کے ذمے نفقہ نہیں ہے۔"

امام الکیاالہراسی خوشحالی اور تنگ دستی دونوں صورتوں میں خاوند کی حیثیت کے مطابق نفقہ دینے کے قائل ہیں۔

''يدل على أن النفقة تختلف باختلاف أحوال الزوج في يساره واعساره، وأن نفقة المعسر أقل من نفقة المؤسر خلافاً لأبي حنيفة، فانه اعتبر كفايتها''[46]

---

[41] امیٹھوی، ملا احمد جیون، التفسیرات احمدیہ فی بیان الایآت الشرعیہ، (ترکی: طبع، ۱۳۲۰ھ)، ۴۹۹

[42] المرغینانی، علامہ ابو الحسن علی بن ابو بکر، ہدایہ ۲: ۲۲۱، کنز الدقائق، ۵۳

[43] ابن قدامہ، ابو عبد اللہ بن احمد بن محمد، **المغنی**، (بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی)، ۶:۲۳۰

[44] الجزیری، عبد الرحمن، **کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ**، ۴: ۵۵۳

[45] شافعی، امام محمد بن ادریس، **احکام القرآن للشافعیؒ**، (بیروت، لبنان: دار القلم)، ۱: ۲۶۰۔۲۶۱

[46] الکیاالہراسی، عماد الدین بن محمد طبری، **احکام القرآن**، (بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳م)، ۴: ۴۲۳

''یہ آیت: لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ ''اس پر دلالت کرتی ہے کہ شوہر کے خوشحال یا تنگ دست ہونے کے اعتبار سے نفقہ بھی مختلف ہوتا ہے۔ بے شک تنگ دست کا نفقہ خوشحال کے نفقہ سے کم ہوتا ہے البتہ امام ابو حنیفہؒ کا اس میں اختلاف ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اتنا نفقہ معتبر ہے جو عورت کے لیے کافی ہو جائے۔

امام ابن العربی مالکی مطلقات (رجعیہ یا بائنہ) کی رہائش کو شوہر واجب کرتے ہیں:

''جَعَلَ اللَّهُ لِلْمُطَلَّقَةِ الْمُعْتَدَّةِ السُّكْنَى فَرْضًا وَاجِبًا وَحَقًّا لَازِمًا هُوَ الِلَّهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى،لَا يَجُوزُ لِلزَّوْجِ أَنْ يُمْسِكَهُ عَنْهَا،وَلَا يَجُوزُ لَهَا أَنْ تُسْقِطَهُ عَنْ الزَّوْجِ''[47]

''اللہ تعالیٰ نے مطلقہ معتدہ کے لیے رہائش کو فرض واجبہ وحق لازمہ بنایا ہے۔ شوہر کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس حق کو عورت سے روکے اور نہ عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ شوہر کے حق میں اس کو ساقط کرے۔''

یعنی بیوی کو سکنیٰ (رہائش) دینا شوہر پر واجب ہے۔ جب کہ یہ حکم طلاق یافتہ عورتوں کے بارے میں مخصوص ہے تو عام عورتوں کے بارے میں تو بدرجہ اولیٰ ہو گا۔ اس لیے عورتوں کی رہائش شوہر پر واجب ہے۔ بشرطیکہ نکاح صحیحہ ہو، فقہاء نے نکاح فاسد پر نفقے کو لازم نہیں کیا ہے۔

امام ابن العربی کے نزدیک سکنیٰ حاملہ وغیر حاملہ دونوں کے لیے ہے۔ یعنی غیر حاملہ مطلقہ کو صرف رہائش ملے گی، نفقہ نہیں ملے گا۔ کیونکہ نص میں "اسکنوھن" کا ذکر مطلقاً ہے جبکہ نفقہ کو حمل کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔

''ان اللہ سبحانه و تعالى لما ذكر السكنى اطلقها لكل مطلقة فلما ذكر النفقة قيدها بلحمل''[48]

''اللہ تعالیٰ نے ہر مطلقہ کے لیے جب سکنیٰ کا ذکر کیا تو ہر مطلقہ کے لیے اس کو مطلق رکھا، اور جب نفقہ کا ذکر کیا تو اس کو حمل کے ساتھ مقید کیا ہے۔''

علامہ قرطبی نے واضح کیا ہے کہ بیوت کی نسبت محض رہائش رکھنے کے اعتبار سے کی گئی ہے نہ کہ ملکیت کے اعتبار سے ''ليس للزوج أن يخرجها من مسكن النكاح مادامت في العدة،ولايجوز لهاالخروج أيضا لحق الزوج. وهذا لصيانة ماء الرجل.وإضافة البيوت إليهن إضافة إسكان وليس إضافة تمليك''[49]

---

[47] ابن العربی، امام ابو بکر محمد بن عبد اللہ، **احکام القرآن**، (بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ العربی، ۱۴۳۱ھ / ۲۰۰۰م)، ۴: ۲۷۵

[48] ایضاً، ۴: ۲۸۷

[49] قرطبی، امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابو بکر، **الجامع لاحکام القرآن**، (مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۲۷ھ / ۲۰۰۶م)، ۲۱: ۳۵

"خاوند کے لیے جائز نہیں کہ جب تک عورت عدت میں ہے اس کو گھر سے نکالے اور نہ ہی عورت کا خاوند کے حق کی وجہ سے نکلنا جائز ہے اور یہ حکم مرد کے پانی کی حفاظت کے سبب سے دیا جارہا ہے اور بیوت کی نسبت عورتوں کی طرف رہائش رکھنے کی وجہ سے کی گئی ہے نہ کہ ان کو مالک بنانے کی وجہ سے۔"

اسی طرح چونکہ شریعت میں نفقہ کی کوئی مقدار مقرر نہیں لہذا نفقہ کا انحصار خرچ کرنے والے کی حالت پر موقوف ہے اور اجتہاد کے ذریعے اس کی مقدار کا تعین کیا جائے گا امام ابن العربی لکھتے ہیں:

"لقَوْله تَعَالَى: ''لِيُنفِقۡ ذُو سَعَةٖ مِّن سَعَتِهِۦ'' هَذَا يُفِيدُ أَنَّ النَّفَقَةَ لَيْسَتْ مُقَدَّرَةً شَرْعًا وَإِنَّمَا تَتَقَدَّرُ عَادَةً بِحَسَبِ الْحَالَةِ مِنْ الْمُنْفِقِ وَالْحَالَةُ مِنْ الْمُنْفَقِ عَلَيْهِ ، فَتُقَدَّرُ بِالِاجْتِهَادِ عَلَى مَجْرَى الْعَادَةِ''[50] (اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد: لِيُنفِقۡ ذُو سَعَةٖ مِّن سَعَتِهِۦ، سے واضح ہے کہ شریعت میں نفقہ کی کوئی معین مقدار نہیں اور یہ عادتاً حسب استطاعت خرچ کرنے والے مرد اور عورت کی حالت پر مقرر ہے۔ اور جاری عادت کے مطابق اس کا اطلاق ہو گا)

پس عبارت سے واضح ہے کہ زبردستی شوہر کو مجبور نہیں کیا جائے گا کہ اتنی مقدار نفقے کی لازمی دے۔ یہ شوہر کی خوشحالی و تنگ دستی پر موقوف ہے۔ جبکہ علامہ قرطبی کے نزدیک "خرچ کرنے میں خاوند کا اعتبار کیا جائے گا۔ عورت کی ضرورت کا اعتبار کرنا اس لیے ممکن نہیں کہ کیونکہ اس کی ضروریات کی حالت کو جاننا از حد مشکل ہے۔"[51]

علامہ ابو بکر جصاص عدت کے اختتام تک سکونت کے قائل ہیں:

"مطلقہ عورتوں کو جن گھروں سے نکلنے سے منع کیا گیا ہے، یہ وہی گھر ہیں جہاں وہ طلاق سے پہلے رہتی تھیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے طلاق کے بعد بھی ان کو اپنے ان ہی گھروں میں رہنے کا حکم دیا ہے۔ اور طلاق رجعی کی صورت میں شوہر پر مطلقہ کی سکونت و نفقہ کے وجوب میں تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔"[52]

---

[50] احکام القرآن، ابن العربی، ۲۸۹:۴

[51] ایضاً، ۲۱: ۵۷

[52] الجصاص، امام ابو عبد اللہ احمد بن علی الرازی، احکام القرآن، (بیروت، لبنان: دار إحیاء التراث العربی)، ۵: ۳۴۸

علامہ ابو بکر جصاصؒ مزید لکھتے ہیں کہ:

"اللہ کے اس ارشاد: فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ میں دونوں مطلقہ رجعیہ و بائنہ شامل ہیں اور دلیلاً جس عورت کو دو طلاقیں مل چکی ہوں اس کے حق میں ایک باقی ہو تو شوہر تیسری طلاق آیت کی رو سے جو دے گا وہ طلاق عدت ہوگی۔ پہلے قول میں جب مطلقہ ورجعیہ دونوں شامل ہیں تو اس قول "أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ" میں بھی مطلقہ ورجعیہ دونوں شامل ہیں۔[53]

علامہ ابو بکر جصاصؒ مطلقہ ثلاثہ کے نفقہ و سکنی کے وجوب کی دلیل حضرت عمر کی ان دونوں روایتوں کو قرار دیتے ہیں کہ "سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَهَا: السُّكْنَى وَالنَّفَقَةُ"[54] "میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنا ہے کہ مطلقہ ثلاثہ کو نفقہ وسکنی دونوں ملیں گے۔" اور "لَا نَدَعُ كِتَابَ رَبِّنَا وَسُنَّةَ نبيه ﷺ بقَوْلِ امْرَأَةٍ المطلقة ثلاثا لَهَا السُّكْنَى وَالنَّفَقَةُ"[55] "ہم کتاب اللہ کے فرمان اور نبی پاک کی سنت کو ایک عورت کے قول کے بدلے نہیں چھوڑ سکتے کہ مطلقہ ثلاثہ کو نفقہ وسکنی دونوں ملیں گے۔"

اور سکنیٰ کے ساتھ نفقہ کے واجب ہونے کو یوں واضح کرتے ہیں کہ:

"جو وجہ سکونت کے ساقط ہونے کی ٹھری وہی وجہ نفقہ کے ساقط ہونے کی ٹھری۔ پس اس اصول کو مد نظر رکھیں تو سکنی کا استحقاق نفقہ کے استحقاق کا سبب بنتا ہے۔"[56]

ملا احمد جیون "اقسام السنة"[57] کے ایک قول کے ذریعے واضح کرتے ہیں کہ "اسکنوھن" کا معنی "انفقوا علیھن" بھی ہے۔

---

[53] ایضا، ۵: ۳۵۵

[54] ترمذی، امام ابو عیسی محمد بن عیسی، جامع الترمذی، باب المطلقة ثلاثة، (مصر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي، ۱۹۷۵م)، ۳: ۴۸۴، حدیث: ۱۱۸۰

[55] سنن الدارمی، باب في المطلقة ثلاثاً، ۳: ۱۴۶۴، حدیث: ۲۳۲۲

[56] احکام القرآن للجصاصؒ، ۵: ۳۵۸

[57] الکتاب اصول البزدوی کنز الوصول الی معرفة الاصول، علی بن محمد الحنفی، (کراچی، پاکستان: مطبع جاوید پریس، م: ۳۸۲ھ، س۔ن)

''وقد ذکر فخر الاسلام فی اقسام السنة قیل معناه وانفقوا علیهن من وجد کم فیکون دالا علی السکنی والنفقة جمیعا لان الآیة (اسکنوهن) قدُوِّرَت فی حق المطلقات دون المنکوحات الا ان اللفظ عام فیعمل به''[58]

''فخر السلام شیخ علی بن محمد البزدوی الحنفی(م:۴۸۲ھ) نے اقسام السنۃ میں اسکنوھن کا ایک معنی ''انفقوا علیھن'' بھی تحریر کیا ہے۔ پس یہ آیت سکنیٰ اور نفقہ دونوں کے وجوب کی دلیل ہے۔ اگرچہ یہ آیت مطلقات کے بارے میں ہے تاہم عموم الفاظ کے پیش نظر منکوحات بھی اس میں داخل ہیں۔''

پس بیوی کے حق نفقہ کے متعلق شوافع، مالکیہ، وحنفی فقہاء مفسرین کی آراء کا خلاصہ یہ ہے کہ منکوحات ومطلقات (حاملہ وغیر حاملہ) کا نان ونفقہ ورہائش شوہر پر واجب ہے، یعنی شوہر جہاں خود رہے بیوی کو بھی اپنے ساتھ رکھے اور مطلقہ کی صورت میں عدت تک رہائش ونفقہ کا ذمہ دار ہے۔ اور نفقہ میں وسعت شوہر کی خوشحالی وتنگدستی پر موقوف ہے

۲۔ اولاد کا حق نفقہ:

قبل از اسلام انسان معاشرتی زندگی کے قواعد وضوابط اور حقوق کی ادائیگی سے ناواقف تھا۔ کتاب ہدایت (قرآن مجید) اور شمع رسالت کے آشکارا ہو جانے کے بعد انسان باہمی حقوق کی ادائیگی سے واقف ہوا۔ اگر معاشرتی حقوق باقاعدگی اور احسن طریقے سے ادا ہوتے رہیں تو افراد میں تعمیری صلاحیتیں اجاگر ہوتی ہیں اور معاشرہ ترقی کی راہ پر گامزن رہتا ہے جسے حسن معاشرت کہتے ہیں۔ انہی حقوق میں سے ایک حق اولاد کے نفقہ کا بھی ہے۔

الولد (بیٹا) کا مفہوم:

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

''والولد اسم والجمع اولاد، یجمع الواحد والکثیر والذکر والأُنثی والولید، الصبی حین یولد، والجمع الولید ولدان''[59]

''علامہ راغب اصفہانی نے اولاد کا اطلاق صلبی بیٹوں پر کیا ہے جو باپ کی وراثت کی حقدار ہوتے ہیں۔''[60]

---

[58] امیٹھوی، ملا احمد جیون، التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الایات الشرعیہ، (مکتبہ الشرکۃ خاریطونف، ۱۹۰۴ء)، ۴۹۹

[59] لسان العرب، ۳: ۴۶۸

علامہ سید شریف جرجانیؒ نے ولد کی تعریف یوں کی ہے:

''حیوان یتولد من نطفة شخص آخر من نوعه''[61]

''بیٹا وہ (حیوان ناطق) ہے۔ جو کسی شخص کے نطفے سے آخری صورت میں پیدا ہو۔''

علامہ کاسانیؒ نے اولاد کے لفظ کو مطلق لیا ہے، یعنی اس میں اولاد کی اولاد بیٹے، بیٹیاں، پوتے، پوتیاں وغیرہ سب شامل ہیں، اور جمہور فقہاء امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔[62]

جب کہ امام مالکؒ کے نزدیک والد پر صرف اس کی حقیقی اولاد کا نفقہ واجب ہے یعنی صلبی بیٹے اور بیٹیاں۔[63]

قرآنی آیات، احادیث نبویہؐ سے ثابت ہے کہ اولاد کا نفقہ اس کے والدین پر واجب ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ''[64]

''اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور لباس دستور کے مطابق باپ کے ذمے ہے۔''

علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

''یہ آیت بچے کا نفقہ جو والد کے ذمے ہے اس پر دلیل ہے کیونکہ بچہ کمزوری کے باعث اپنے نفقے کا انتظام نہیں کر سکتا۔''[65]

اور بچوں کی ضروریات کے متعلق آپ نے حضرت ہندہ سے فرمایا تھا:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِهِنْدٍ خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ[66]

---

60 راغب اصفہانی، ابو القاسم حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، (دمشق: دار القلم، ۱۹۹۱ء)، ۵۳۲

61 جرجانیؒ، علامہ سید شریف، معجم التعریفات، (قاہرہ، مصر: دار الفضیلۃ، ۹

62 کاسانی، علامہ ابو بکر بن مسعود علائو الدین، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۶ء)، ۴: ۴۸۔۴۹

63 الزحیلی، ڈاکٹر وہبۃ، الفقہ الاسلامی و ادلتہ، ۷ : ۸۰۰، والمفصل فی احکام المراءۃ والبیت المسلم الشریعۃ الاسلامیہ، ۱۰: ۱۵۹۔۱۶۰

64 البقرہ: ۲۳۳

65 الجامع لاحکام القرآن، ۴: ۱۰۸

66 جامع صحیح البخاری، امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، **کتاب النفقات**، باب وجوب النفقہ للزوجہ، حدیث: ۱۵۶۹۱

"تم ابو سفیان کے مال سے اس قدر لے سکتی ہو جتنا تمہارے اور تمہارے بچوں کے لیے کافی ہو۔"

پس بچوں کی ضروریات کو پورا کرنا شوہر کی ذمہ داری ہے، اگر شوہر اپنی ذمہ داری نبھانے میں کوتاہی کرتا ہے تو اسے بار آور کرایا جائے۔

یہ آیت ''وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ''[67]

کی تفسیر میں فقہاء مفسرین نے دلیل دی ہے کہ جس کا بچہ ہے اس پر ماں کا کھانا اور کپڑا ضروری ہے، یعنی جب بیوی کا نفقہ بچے کی ولادت کی وجہ سے ہے تو بچے کا نفقہ تو بدرجہ اولیٰ ضروری اور واجب ہو گا۔ [68] شریعت اسلامیہ (کتاب و سنت) وفقہاء کرام نے اولاد کے حقوق کی ادائیگی کو تاکیداً ذکر کرکے دنیا وآخرت میں سرخرو ہونے کا ذریعہ بتایا ہے۔

اجرت رضاعت:

باپ کے ذمے اولاد کے واجب حقوق میں سے پہلا حق رضاعت کی اجرت ہے ارشاد باری تعالی ہے:

''فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ''[69]

"اگر وہ تمہارے لیے دودھ پلائیں تو اُن کی اجرت انہیں دو۔"

یہ باپ کی ذمہ داری ہے کہ اگر حقیقی ماں کا دودھ کسی وجہ سے میسر نہ ہو تو باپ اجرت پر دودھ پلانے والی کا انتظام کرے۔

امام شافعیؒ لکھتے ہیں:

''أَنَّ عَلَى الْوَالِدِ: نَفَقَةَ الْوَلَدِ، دُونَ أُمِّهِ مُتَزَوِّجَةً، أَوْ مُطَلَّقَةً. وَفَرْضُ النَّفَقَةِ وَالرَّضَاعِ عَلَى الْأَبِ، دُونَهَا''[70]

---

[67] البقرہ:۲۳۳

[68] التفسیرات احمدیہ فی بیان الایآت الشرعیہ، ۴۹۹

[69] الطلاق:۶

[70] احکام القرآن للشافعی، ا: ۲۶۴

"والدہ کی بجائے والد پر اولاد کا نفقہ واجب ہے، خواہ والدہ نکاح میں ہو یا طلاق کی حالت میں، رضاعت اور نفقے کا وجوب ماں کی بجائے باپ پر ہوتا ہے۔"

امام شافعیؒ رضاعت اور نفقے کے خرچ کو ماں کی بجائے والد پر واجب کرتے ہیں اور واضح کرتے ہیں کہ بیوگی کی حالت میں بچے کی رضاعت کی ذمہ داری ماں پر عائد نہیں ہوتی اگرچہ ماں شوہر کے مال کی وارث ہے۔[71]

امام الکیا الہراسی لکھتے ہیں:

"مائیں اپنے بچوں کو حالت نکاح یا طلاق کی صورت میں اجرت پر دودھ پلائیں ہمارے نزدیک ماں کا اپنے بچے کے دودھ کو اجرت کے عوض روکنا جائز ہے اور اجرت کی ادائیگی باپ کے ذمے ہے۔"[72]

امام ابن العربی اصول فقہ کے ایک قاعدے کے تحت بچے کے نفقہ کو اس کے ضعف کی وجہ سے باپ پر واجب کرتے ہیں۔

''وَهُوَأَنَّ مَا لَا يَتِمُّ الْوَاجِبُ إِلَّا بِهِ وَاجِبٌ مِثْلُهُ''[73]

اگر ایک شخص پر اگر کوئی چیز ذاتی طور پر واجب نہیں لیکن کسی اور کے واسطے سے واجب ہو رہی ہے تو پھر اس کا حکم بھی واجب جیسا ہو گا) یعنی ایک چیز اپنی ذات میں خود واجب نہیں لیکن قاعدہ کے مطابق کسی اور چیز کے ساتھ تعلق کی وجہ سے ہو تو وہ واجب کا درجہ رکھتی ہے۔ پس بچے کے نفقہ میں طعام اور لباس ضروری ہے، کیونکہ باپ کا یہ خرچ ماں کے ذریعے بچے تک پہنچتا ہے جیسا کہ دوران حمل خرچ کرنے کا حکم ہے

اجرت رضاعت میں علامہ ابو بکر جصاص کا نقطہ نظر یہ ہے: "رضاعت کا خرچہ باپ کے ذمے ہو گا اور رضاعت کی مدت دو سال ہے تو باپ کو خرچہ بھی دو سال دینا پڑے گا خواہ منکوحہ ہو یا مطلقات، کیونکہ یہ آیت تمام والدات کو شامل ہے اور رضاعت کے اخراجات میں باپ کے ساتھ کوئی شریک بھی نہ ہو گا۔ بلکہ سارا نفقہ باپ کو خود ادا کرنا پڑے گا،"[74] اسی طرح اولاد کے دیگر حقوق حضانت و پرورش کا حق، بنیادی ضروریات (خوراک ولباس) کا حق اور اولاد کی بنیادی تعلیم کی ذمہ داری بھی والد پر عائد ہوتی ہے۔ پس فقہاء مفسرین کی آراء کا خلاصہ یہ ہے کہ دودھ پلانے کی

---

[71] ایضاً

[72] الکیا الہراسی، عماد الدین بن محمد طبری، **احکام القران**، ا: ۱۸۷

[73] احکام القرآن ابن العربی، ا: ۲۷۳

[74] احکام القرآن للجصاصؒ، ا: ۱۰۵

اجرت لینا اور دینا جائز ہے اور متعین مقدار نہ ہونے کی صورت میں معروف طریقے پر قیاس کی جائے گی۔ تاہم بچے کی رضاعت میں اجنبیہ عورت کے مقابلے میں بیوی کو ترجیح دی جائے گی۔

۳۔ والدین کا حق نفقہ:

انسان کے وجود کا حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور ظاہری سبب شریعت کے مطابق ماں باپ کا رشتہ ازدواج ہے ارشاد ہے:

''یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی''[75]

''اے لوگوں بیشک ہم نے تم کو ایک مذکر و ایک مونث سے پیدا کیا۔''

کائنات میں آنے کے بعد انسان کو جن ہستیوں سے واسطہ پڑتا ہے وہ اس کے والدین (ماں، باپ) ہوتے ہیں گویا انسان کا وجود اللہ تعالیٰ کی ذات کے بعد والدین کا مرہون منت ہے اس لیے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حقوق کے ساتھ والدین کے حقوق ادا کرنے کی پانچ مقامات تاکید کی[76] اور واضح کیا کہ جس طرح میری عبادت و اطاعت اور میری عطا کردہ نعمتوں کا شکر تم پر واجب ہے اسی طرح (شرعی احکام کی مخالفت کی معصیت کے علاوہ) تم پر والدین کی اطاعت و شکر واجب ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ''[77]

''میرا بھی شکر ادا کر اور اپنے والدین کا بھی شکر ادا کر۔''

یعنی حقوق اللہ کی طرح حقوق العباد کی ادائیگی بھی ضروری ہے اور حقوق العباد میں بندے کا سب سے پہلا تعلق والدین سے ہوتا ہے کیونکہ اولاد والدین کے جسم کا ایک حصہ ہوتی ہے اس لیے والدین کے حقوق کی ادائیگی کو اولاد پر واجب کیا گیا ہے۔

جمہور فقہاء (شوافع، حنابلہ واحناف) کا مئوقف یہ ہے کہ عربی میں لفظ "اَبْ" باپ، دادا سب کے لیے استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

---

[75] الحجرات:۱۳

[76] البقرہ:۳۲، النساء:۳۶، الانعام:۱۵۱، الاسراء:۲۳، لقمان:۱۳

[77] لقمان: ۱۴

''مِلَّـةَ اَبِيۡكُمۡ اِبۡرٰهِيۡمَ''[78]

''تمہارے والد ابراہیم علیہ السلام کی جماعت ہے۔''

اس آیت کے تحت والدین کے مفہوم میں ماں، باپ، دادا، دادی، پردادا وغیرہ سب شامل ہیں۔[79]

جب کہ امام مالکؒ کے نزدیک والدین میں صرف اپنے حقیقی ماں باپ شامل ہیں اور اولاد پر صرف اپنے حقیقی ماں باپ کا نفقہ واجب ہے۔ دادا دادی پر نفقہ واجب نہیں ہے۔[80]

پس دونوں اقوال میں سے جمہور فقہاء کا نظریہ زیادہ قوی ہے کیونکہ جس طرح ''ملک'' اور ''عتق'' میں دادا والدین کے حکم میں شامل ہے اسی طرح نفقہ میں بھی دادا والدین کے حکم میں شامل ہے۔[81]

انسان تاحیات اپنے والدین کے احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکتا اور نہ ہی کماحقہ ان کے حقوق ادا کر سکتا ہے۔ امام الکیاالہراسی لکھتے ہیں:

''هذه الاية ''قُلۡ مَا أَنۡفَقۡتُمۡ مِنۡ خَيۡرٍ فَلِلۡوَالِدَيۡنِ''أنه يحمل على صدقة التطوع.ويجوز أن يريد به إبانة مصارف المال التي يستحق بهاالثواب''[82]

''یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس سے نفلی صدقہ مراد ہے۔ اور بھی جائز ہے کہ اس سے مال کے وہ مصارف مراد ہیں جس کی وجہ سے آدمی مزید ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔''

یعنی نفلی صدقہ کے اولین مصارف والدین واقارب ہیں۔ اس لیے اولاد پر والدین کا نفقہ لازم ہے جب والدین محتاج ہوں۔ کیونکہ بڑھاپے میں والدین قوت وطاقت اور کسب پر قدرت نہیں رکھتے اس لیے اولاد والدین کا سہارا بنے۔

علامہ قرطبیؒ والدین پر خرچ کرنے کی وسعت میں والد کی شادی کرانا بھی اولاد پر واجب قرار دیتے ہیں:

---

[78] الحج:۷۸

[79] الزحیلی، ڈاکٹر وھبۃ، الفقہ الاسلامی وادلتہ، (دمشق: دار المکتبہ سوریا، ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء)، ۷: ۸۳۰

[80] الفقہ الاسلامی وادلتہ، ۷: ۸۳۰

[81] مرغینانی، علامہ علی بن ابو بکر، الہدایہ، **کتاب الطلاق**، (لاہور، پاکستان: مکتبہ رشیدیہ)، ۲: ۲۹۲

[82] احکام القرآن بالکیاالہراسی، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۳ء)، ۱: ۱۲۲

''قَالَ مَالِكٌ لَيْسَ عَلَيْهِ أَنْ يُزَوِّجَ أَبَاهُ لِأَنَّهُ رَآهُ يَسْتَغْنِي عَنِ التَّزْوِيجِ غَالِبًا، وَلَوِ احْتَاجَ حَاجَةً مَاسَّةً لَوَجَبَ أَنْ يُزَوِّجَهُ''[83]

''امام مالکؒ کہتے ہیں کہ بیٹے پر لازم نہیں کہ وہ اپنے باپ کی شادی کرائے، کیونکہ آپ کے پیش نظر یہ ہے کہ وہ (باپ) اغلباً شادی سے مستغنی ہوتا ہے، ہاں اگر اسے اس کی شدید حاجت ہو تو پھر والد کی شادی کرانا بھی بیٹے پر واجب ہے۔''

ویسے تو ہر حال میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔ لیکن خصوصاً بڑھاپے میں وہ اس حسن سلوک کے بہت ہی زیادہ مستحق ہوتے ہیں۔ کیونکہ ایسی حالت میں بوڑھے والدین کو اپنی دیکھ بھال اور اپنی حاجات و ضروریات کے لیے کسی سہارے کی ضرورت ہوتی ہے اور والدین کے لیے قریب ترین سہارا اس کی اولاد ہوتی ہے۔

علامہ علیمی مقدسی حنبلی نے نفلی صدقات کے مصارف میں والدین کو ترجیح دی ہے۔

وفي قوله تعالى: ''قل ما انفقتم من خير فللوالدين'' بيان للمنفق، ثم بين مصرف النفقة ما أنفقتم من حلال فهو خير كله إذا كان هؤلاء المذكورين يجازيكم به''[84]

''اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد (جو تم اپنے مال میں سے خرچ کرو اس کے (زیادہ) مستحق تمہارے والدین ہیں) میں خرچ کرنے والے کے لیے ایک وضاحت ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نفقہ کے مصارف بیان کر دیے ہیں کہ انسان اپنی حلال کمائی میں سے جو خرچ کرنا چاہتا ہے پس اُس کا بہترین مصرف آیت میں مذکور افراد ہیں۔''

یعنی والدین پر خرچ کرنا بہترین اور افضل اس لیے ہے کہ ''خیر'' کا لفظ آیا ہے صرف والدین ہی نہیں بلکہ آیت میں جتنے بھی افراد کا ذکر ہے۔ ''خیر'' کا لفظ ان سب پر دلالت کرتا ہے لیکن ان سب افراد میں والدین کو ترجیح حاصل ہے۔

علامہ ابو بکر جصاصؒ ''وصاحبهما فى الدنيا معروفاً'' کی تفسیر میں مسلم و غیر مسلم والدین کی تخصیص کیے بغیر حسن سلوک کی تاکید کرتے ہیں اور ان کی فرمانبرداری و اطاعت کو لازم قرار دیتے ہیں سوائے امر معصیت کے۔[85]

---

[83] الجامع لاحکام القرآن، ۳: ۴۱۴

[84] علیمی، علامہ قاضی مجیر الدین بن محمد، فتح الرحمن فی تفسیر القرآن، (کویت، لبنان: دارالنوارد، ۲۰۱۱ء)، ۱: ۳۰۱

علامہ ابو بکر جصاص واضح کرتے ہیں کہ والدین کے حقوق کو بیٹے کے حقوق پر فوقیت حاصل ہے یعنی والد کو خصوصی اختیارات عطا کئے گئے ہیں۔" وبقوله ''وصاحبهما في الدنيا معروفا'' وفي ذلك دليل على أنه لايستحق القود على أبيه وأنه لايحد له إذا قذفه ولا يحبس له بدين عليه وأن عليه نفقتهما إذا احتاجا إليه''[86]

"اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد (وصاحبهما فى الدنيا معروفا) میں یہ دلیل موجود ہے کہ بیٹے کو اپنے باپ سے قصاص کا حق نہیں ہے اور اگر باپ اپنے بیٹے کو قذف کرے گا تو اسے حد قذف نہیں لگائی جائے گی اور باپ پر اپنے بیٹے کا قرضہ ہو تو اس کی ادائیگی کے سلسلے میں باپ کو قید میں نہیں ڈالا جائے گا۔ اگر والدین ضرورت مند ہوں تو بیٹے پر ان کی کفالت ضروری ہو گی۔"

یعنی بیٹے کا مال باپ کا مال ہے اگر باپ پر بیٹے کا قرضہ ہے تو اس صورت میں بھی یہی حکم ہے اور قرضہ ادا نہ کرنے کی صورت میں باپ پر کوئی حکم نہیں ہے یعنی باپ کو قید میں نہیں ڈالا جائے گا۔ اسی طرح قذف و قصاص میں بھی یہی معاملہ ہے۔

پس والدین کی کفالت کی ذمہ داری کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اولاد کہیں اپنے اس فرض سے غافل نہ ہو جائے اور والدین کو لاچار و بے بس چھوڑ دے لہٰذا نفلی صدقات میں والدین اور اقارب کو باقی سب پر فوقیت دی گئی ہے اور والدین کو خصوصی اختیارات دیے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر والدین سے حسن سلوک کا ذکر کر کے اولاد کو "تاکیدا" حکم دیا ہے کہ سوائے معصیت کے ان کی اطاعت لازم کرے اور والدین کے ذریعے جنت میں داخل ہو۔

۴۔ مملوک (غلام وماتحت افراد (خادم، ملازم، نوکر وغیرہ) کا حق نفقہ:

بعثت نبوی ﷺ سے قبل دنیا میں جہالت و تاریکی کا دور دورہ تھا۔ عرب جنگ وجدال میں غرق تھا۔ ظلم وبربریت عام تھی۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا قانون رائج تھا۔ فاتح اقوام مفتوحین کے مردوں و عورتوں کو غلام اور باندیاں بنا کر اپنی ملکیت میں لے لیتے تھے۔ غلاموں اور باندیوں کے حقوق کو پامال کرتے ہوئے اُن سے جبراً محنت

---

[85] احکام القرآن للجصاص، ۱: ۱۰۵

[86] ایضا، ۵: ۲۱۹

ومشقت کا کام لینے اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے میں فخر کرتے تھے ایسے میں اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کی بعثت کی صورت میں مومنوں پر احسان عظیم کیا۔ اور رسول ﷺ کی بعثت کو ایک نعمت عظمیٰ قرار دیا۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا "[87]

"پس تحقیق اللہ تعالی نے مومنوں پر احسان کیا کہ ان میں ایک رسول مبعوث کیا۔"

آپ ﷺ نے کتاب ہدایت، حسن و اخلاق اور عملی کردار سے اس معاشرے کی کایا پلٹ دی جب وہ بالکل تباہی کے دہانے پر تھا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا"[88]

"اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے پس اس اللہ نے (رسول بھیج کر) تم کو اس سے بچایا۔"

آپ ﷺ نے جہاں فاتحین کے حقوق کی وضاحت کی۔ وہاں مفتوحین کے حقوق بھی متعین فرما دیے۔ غلاموں اور باندیوں سے حسن سلوک، ان کے قیام و طعام اور لباس کی تاکید کی صورت میں ان کے حقوق متعین فرما دیے اور واضح کیا کہ زیر دست لوگوں کا نفقہ بھی واجب ہے۔

علامہ عبد الرحمن الجزیری لکھتے ہیں:

"شوہر پر زوجہ کے نفقہ کا وجوب ازدواج سے پیدا ہوتا ہے۔ نفقہ کے واجب ہونے کا دوسرا سبب قرابت ہے مثلاً اولاد یا والدین کا نفقہ، نفقہ کا تیسرا سبب ملک ہے جیسے غلام یا کنیز کا نفقہ"[89] اور آپ ﷺ نے غلاموں کی آزادی کے لیے خرچ کرنے کا قاعدہ مقرر کر دیا تھا کہ "جو شخص جتنا زیادہ قیمتی غلام آزاد کرے گا اس کو اتنا ہی زیادہ ثواب ہو گا۔"[90] خلفائے راشدین کی سیرت سے بھی واضح ہے کہ خلفاء اپنے مال کا ایک حصہ غلاموں اور خادموں پر بھی خرچ کرتے تھے جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ کی طرح حضرت عثمان ذوالنورینؓ صاحب ثروت ہونے کی حیثیت سے

---

[87] آل عمران: ۱٦۴

[88] آل عمران: ۱۰۳

[89] کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، عبد الرحمن الجزیری، ۴: ۵۵۳۔ و مجموعہ قوانین اسلام، ڈاکٹر تنزیل الرحمن ج اول، ۳۰۸

[90] نیشاپوری، امام مسلم بن حجاج بن مسلم، جامع صحیح مسلم، باب کون الایمان باللہ تعالی، ا: ۸۹، حدیث: ۸۴

کثرت سے غلام آزاد کرتے تھے۔[91] عبادات کے ضمن میں کفارات کی بعض صورتوں میں مملوک کی آزادی مستحب اور اولی درجے کی ہے اور بعض صورتوں میں اسے واجب اور ضروری قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ قتل خطاء کے کفارے میں رقبہ کی آزادی پر خرچ کرنا ہے۔

''وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا''[92]

''اور جو کوئی مسلمان کو خطاً قتل کر دے تو اس پر ایک مومن غلام کو آزاد کرنا واجب ہے اور مقتول کے ورثا کو دیت دے مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں۔''

ایسے ہی کفارہ ظہار میں غلام آزاد کرنے کو روزے اور مساکین کو کھانا کھلانے پر مقدم کیا گیا ہے:

''وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّـتَـمَاۗسَّا''[93]

''اور جو لوگ اپنی عورت کو ماں کہہ بیٹھیں اور پھر اپنے اس قول سے رجوع کرنا چاہیں تو ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے ایک غلام آزاد کریں۔''

کفارہ یمین میں بھی مساکین کے طعام ولباس کے بعد تحریر رقبہ کا ذکر ہے:

''لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ''[94]

''اسی طرح حدیث مبارکہ میں عمداً روزہ ساقط کرنے پر بھی رقبہ کی آزادی کی ترغیب دی گئی ہے۔ حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ: اگر کوئی شخص قصداً و عمداً روزہ ساقط کر دیتا ہے تو پھر اس کا کفارہ بھی مملوک کی آزادی ہے اگر اس کی قدرت نہ ہو تو پھر دو ماہ کے مسلسل روزے یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا ہے۔''[95]

---

[91] سیوطی، امام جلال الدین، تاریخ الخلفاء، مترجم: مولانا عبد الاحد قادری، (لاہور: ممتاز اکیڈمی فضل الہی مارکیٹ اردو بازار)، ۲۰۵

[92] النساء: ۹۲

[93] المجادلہ: ۳

[94] المائدہ: ۸۹

اس طرح آیت صدقات ''اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَاۤءِ وَالۡمَسٰكِيۡنِ''[96]

''میں تمام مسلمانوں کو زکوۃ سے عبد مکاتبت کی امداد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔''[97]

مفسر محمد صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

'' مصارف صدقات کی تمام اصناف کسی نہ کسی صورت میں باقی ہیں۔''[98] پس قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور فقہاء کی تصریحات سے واضح ہے کہ مملوکین کا حق نفقہ ان کے آقاؤں پر واجب ہے۔ تعلیمات نبوی ﷺ کی بدولت حقیقی جسمانی غلامی کا وجود نہیں۔ عصر حاضر میں ہمہ قسم غلامی (مطلق غلام، مکاتب غلام، مدبر غلام، ام ولد اور عبد ماذون وغیرہ) کا خاتمہ ہو گیا۔ لہذا ان کی بائع و شرائع اور ان کی آزادی پر خرچ کا بھی جواز نہیں رہا۔ لیکن آج بھی اسلامی تعلیمات سے نابلد، دور افتادہ اور پسماندہ علاقوں میں بعض بے کس و مجبور انسان مکاتبت کی صورت میں اپنے آقاؤں، حاکموں و خادموں کے چنگل میں معاشی مجبوریوں کے تحت جکڑے ہوئے ہیں ایسے افراد پر خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے ۔ اہل لغات نے مملوک کے متعدد معنی تحریر کیے ہیں اور غلام کے لیے دیگر الفاظ (فتی، عبد، رقبۃ، خادم، مولی وغیرہ) استعمال کیے ہیں جو زبان زد عام ہیں۔ جیسا کہ علامہ ابن اثیر نے لفظ'' مولیٰ'' کے متعدد تحریر کیے ہیں۔[99] پس مملوک سے صرف مطلق غلام ہی مراد نہیں بلکہ تمام ماتحت افراد (ملازم، خادم، نوکر وغیرہ) بھی اس زمرے میں آتے ہیں جیسا کہ حدیث مبارکہ میں خادم پر خرچ کرنے کی تلقین کی گئی ہے آپ ﷺ نے فرمایا ''أنفقه على خادمك''[100] اسی طرح رقبۃ کے معنی ہے گردن اس سے صرف گردن مراد نہیں بلکہ پورا انسانی بدن مراد ہے اس لیے کہ گردن جسم کا حصہ ہے اور اگر گردن پر قابو پالیا جائے یا گردن کسی کے قبضے میں آجائے تو پورا جسم قبضے میں ہوتا ہے پس گردن سے مجازا پورا انسان مراد لیا گیا ہے۔ بعینہ

---

[95] بخاری، امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، جامع صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب اذ جامع فی رمضان، (الریاض: دار السلام للنشر والتوزیع، ۱۹۹۰ء)، ۱۵، حدیث: ۹۳۶

[96] التوبہ: ۶۰

[97] احکام القرآن لابن العربی، ۲ : ۵۳۱، والجامع لاحکام القرآن، ۴: ۶۵۵

[98] محمد صدیق حسن خان، نیل المرام من تفسیر آیات الاحکام، (مصر: مطبع رحمانیہ)، ۲۶۳

[99] النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر، علامہ ابن اثیر جزری، ۴: ۲۴۶

[100] بخاری، امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الادب المفرد، باب نفقۃ الرجل علی عبدہ، (بیروت، لبنان: دار البشائر الاِسلامیۃ)، ۱: ۷۸

مملوک کے حکم میں تمام ماتحت افراد شامل ہیں اور اپنے خادم، نوکر، ملازم اور ماتحت افراد سے ان کی طاقت سے زیادہ کام لینے کو بھی شریعت نے ناپسند کیا ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''قال قال رسول الله: للمملوك طعامه وكسوته ولا يكلف من العمل إلا ما يطيق''[101] ''آپ ﷺ نے فرمایا طعام اور لباس مملوک کا حق ہے اور یہ بھی اس کا حق ہے کہ اسے ایسے سخت کام کی تکلیف نہ دی جائے جس کا وہ متحمل نہ ہو سکے۔''

اور رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد آب زر کی حیثیت رکھتا ہے جو آپ ﷺ نے وفات سے قبل ارشاد فرمایا تھا:

''عن علی قال کان آخر کلام رسول الله الصلوة، واتقو الله فیما ملکت ایمانکم''[102]

پس انسان کو حقوق اللہ کے ساتھ، حقوق العباد کی ادائیگی کی بھی تلقین کی گئی ہے نماز کی ادائیگی کو خدا کی خوشنودی اور زیر دستوں سے حسن سلوک کو مخلوق خدا کی ہمدردی حاصل کرنے کا ذریعہ بتایا گیا ہے اور خلق خدا کی ہمدردی ان کی ضروریات کو پورا کرنے میں حاصل کی جاسکتی ہے۔ پس زیر دستوں سے حسن سلوک کی ایک صورت ان کی ضروریات، طعام ولباس پر خرچ کرنا اور ان کی معاونت کرنا ہے۔

امام الکیاالہراسی نے مملوکین (ماتحت افراد) پر احسان کی ایک صورت نفقہ کی مد میں معروف طریقے سے ان کی ضروریات کو پورا کرنا قرار دیا ہے۔

''هو الإحسان إليه بالإنفاق وكسوته ومراعاته بالمعروف هذا هو الأصل فجعمت الاية أمورا منها الندب ومنها الواجب''[103]

''اور مملوکین (ماتحت افراد) پر خرچ کر کے احسان کرنا ہے خرچ میں اُن کے لباس اور دیگر ضروریات کو احسن ومعروف طریقے سے پورا کرنا ہے اور یہی احسان ہے یہ آیت استحبابی اور واجب امور کے احکامات پر مبنی ہے۔''

پس عبارت سے مستحب اور واجب احکامات کا تعین واضح ہے اور ماتحت افراد پر ان کی ضروریات (لباس، طعام) کو پورا کرنا احسان ہے۔

---

101 جامع صحیح مسلم، باب اطعام المملوک، ۳: ۱۲۸۴، حدیث: ۱۶۶۲

102 سجستانی، امام ابو داود سلیمان بن اشعث، سنن ابی داود،، باب فی حق الملوک، ۴: ۳۳۹، حدیث: ۵۱۵۶

103 الکیاالہراسی، عمادالدین بن محمد طبری، أحکام القرآن للکیاالہراسی، ۲: ۴۵۵

علامہ ابو بکر جصاصؒ سورۃ بقرہ کی آیت ۱۷۷ میں دونوں احتمالات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آیت میں وہ حقوق مراد ہیں جو زکوۃ کے سوا مال میں واجب ہوتے ہیں جیسے صلہ رحمی، تنگ دست اقارب کی مدد، زیر دست لوگوں کی ضروریات کے لیے خرچ کرنا اور اُن سے حسن سلوک کرنا اس لیے کہ بعض حقوق فرض ہوتے ہیں اور بعض حقوق مندوب"[104]

پس اسلام زیر دست لوگوں کو طوق غلامی سے نکال کر انسانیت کی سطح پر لانے کا خواہاں ہے۔ اس لیے اسلام نے اپنی مدات خیر صدقات، نفقات، وکفارات میں ماتحت افراد کو بھی شامل کیا ہے اور ماحول و تقاضے کے مطابق مختلف نوعیتوں سے ان کی حوصلہ افزائی کی ہے اسلامی تعلیمات کی بدولت اس زمانے میں اگرچہ مطلق غلامی کا خاتمہ ہو گیا لیکن عملی طور پر بہت سے انسان اپنی معاشی مجبوریوں میں پھنسے ہوئے ہیں، قرضوں میں گرفتار ہیں یا جیلوں میں بند ہیں۔ یہ اگرچہ غلام نہیں لیکن ان کی زندگی غلاموں سے مشابہت ضرور رکھتی ہے۔ کیونکہ غلام اور قیدی میں مماثلت ہے اور دونوں میں قید کا ہونا مشترک ہے پس قیدیوں کو ان کی قید سے آزاد ہونے میں معاونت کرنا اور نفقہ کی صورت میں قیدیوں پر عائد جرمانے کی قیمت ادا کرنا احسن اور افضل عمل ہے تاکہ وہ جیل کی سلاخوں سے چھٹکارا حاصل کر کے توبہ تائب ہو کر ایک نئی خوشگوار زندگی کا آغاز کر سکیں۔ ایسے ماتحت افراد سے حسن سلوک کرنا اور ان کی ضروریات کو پورا کرنا درجہ استحباب میں ہے اور مالک و مخدوم کی طرف سے مذکورہ بالا افراد پر جو خرچ کیا جائے گا وہ تبرع و احسان ہو گا اور مال خرچ کرنے والے "فَكُّ رَقَبَةٍ"[105] جیسے ثواب کے مستحق ٹھہریں گے۔ اسلام عورتوں کے حقوق کی پاسداری کرتا ہے۔ عوام الناس کو اسلام کی حقانیت سے روشناس کرانے کے لیے اسلام اور دیگر مذاہب (الہامی و غیر الہامی) میں عورتوں کے حقوق کا تقابلی مطالعہ تحقیقی انداز میں پیش کرنے کی ضرورت ہے تاکہ واضح ہو کہ جو حقوق اسلام نے عورتوں کو عطا کیے ہیں وہ کسی مذہب نے نہیں دیے۔ دوران عدت و رضاعت بیوی کو رہائش، لباس و اشیائے خورد و نوش کے علاوہ عصر حاضر کی جدید سہولیات (بنگلہ، گاڑی، اے سی۔ پلاٹ، خادمہ وغیرہ) کی فراہمی میں آئمہ اربعہ کے نقطہ نظر کو شریعت کی روشنی میں واضح کرنے کی ضرورت ہے تاکہ نفقات کی بدولت زوجین میں ہونے والی جدائی کا تدارک کیا جا سکے۔ اگر ملک میں اولاد کو والدین پر خرچ

[104] جصاص، علامہ ابو بکر احمد بن علی الرازی، **احکام القرآن**، ا: ۱۶۲

[105] البلد: ۱۳

کرنے کی فضیلت و اہمیت سے آگاہ کرنے کے لیے جامع نظام وضع ہو تو اولاد بوڑھے والدین کو اولڈ ایج ہوم نہ بھیجیں اور مغرب پر اسلام کی حقانیت و وسعت واضح ہو۔ دنیا میں ہر جگہ کمزور و زیر دست لوگوں کا استحصال کیا جارہا ہے۔ اس سلسلے میں مغربی نعروں کی بجائے اسلام نے مملوکین و مستضعفین کے حقوق مقرر کر کے ان کی ادائیگی کو ضروری قرار دیا ہے۔ زیر دست لوگوں پر خرچ کرنے کی عملی صورت کو منظم طور پر تشکیل دینے کی ضرورت ہے تاکہ کمزور افراد بھی معاشرے میں سر اٹھا کر جینے کے قابل ہو جائیں۔ اور مغربی تنقید کا منہ توڑ جواب دیا جا سکے۔

نتائج تحقیق:

1. فقہاء مفسرین نے واضح کیا ہے کہ بیوہ کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں ہے۔ کیونکہ شوہر کی مال پر ملکیت کے زائل ہونے سے عورت کا یہ حق بھی ساقط ہو گیا ہے
2. جمہور فقہاء مفسرین غیر حاملہ عورتوں کے نفقہ کے اس لیے قائل نہیں کہ نفقہ کی شرط حمل کی صفت کے ساتھ ہے۔
3. مطلقہ و مرضعہ کے نفقہ میں بیان کردہ تین اسباب ظاہرا تو شامل نہیں ہیں لیکن غور کریں تو واضح ہوتا ہے کہ مطلقہ زوجیت کی وجہ سے حقدار ہے۔ مرضعہ دوسرا نکاح نہ کرنے کی وجہ سے حق ارضاع میں محبوس ہے۔ اس لیے نفقہ کی حقدار ہے۔
4. جمہور فقہاء مفسرین نے "اب" اور "الولد" کے مفہوم میں سب اصول و فروع کو شامل کیا ہے۔ جبکہ مالکیہ نے حقیقی والدین اور حقیقی اولاد کا نفقہ واجب کیا ہے۔
5. تمام فقہاء نے رضاعت کی اجرت لینا اور دینا جائز قرار دیا ہے اور اجرت کی متعین مقدار نہ ہونے سے عام لوگوں کے معروف طریقے پر قیاس کیا جائے گا۔
6. اسلامی تعلیمات کے آشکارا ہو جانے کے بعد عصر حاضر میں ہمہ قسمی غلامی (مطلق غلام، مکاتب غلام، مدبر غلام، ام ولد اور عبد ماذون وغیرہ) کا خاتمہ ہو گیا۔ تاہم اہل لغات نے مملوک کے لیے متعدد معنی و الفاظ استعمال کیے ہیں اور تمام ماتحت افراد (ملازم، خادم، نوکر وغیرہ) کو بھی اس زمرے میں شامل کیا ہے۔